عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی سیاسی ابتری اور اس کا تدارک
(سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں)

Muslims Political deterioration in the modern era and its remedy (In the light of Seerah)

بخت شید*

مفتی سید محمد عتیق**

ABSTRACT

The noble life Of Rasulullah (ﷺ) provides the best after course and framework for the individual and collective life of Muslims which can lead Muslims to prosper in each part of life. Out of different problems of the Muslim Ummah in the current circumstances is the absence of political insight and exemplary leadership which is one of the most important problems and due to which Muslims are victim of decline on international basis. The political and national problems of Muslims include the absence of exemplary leadership, Muslim Ummah getting victim of mutual differences, deprivation of the majority of Muslim rulers of bravery and boldness, shortage of the wellbeing of the public, excess of corruption and fraud, absence of self-accountability in the public and rulers, not complying with the rules of justice, shortage of qualified and experienced individuals in different departments and institutions along with some other similar problems. Without getting them solved, the dreams of prosperity and success of Muslim Ummah cannot be fulfilled.

We can find the solution of all of these problems in the teachings of Rasulullah (S.A.W) and in his noble life. Hence it is very important to prepare a framework in the light of Seerah and adopt it accordingly in this very important part of life. In the article under reference, Muslims Political deterioration in the modern era and a review of its remedy is to be presented in the light of Seerah.

Keywords: Seerah Nabawi (ﷺ), Leadership, Political deterioration, remedy, rules of justice, self-accountability-

*M.Phil Scholar, Faculty of Mua'arif-e-Islamia, Federal Urdu University, Karachi.

** Research Scholar, Rahat-ul-Quloob Research Academy, Quetta.

تمہید و تعارف:

یہ بدیہی حقیقت ہے کہ اسلام میں رہبانیت اور دنیا سے لاتعلقی کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ اسلام ایک ہمہ گیر نظام کا حامل مذہب اور قانونِ حیات ہے، جس کا تعلق زندگی کے ہر انفرادی اور اجتماعی شعبے سے ہے، اور زندگی کے کسی بھی شعبے کا کوئی گوشہ اسلامی تعلیمات کے حدود سے باہر نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال وافعال سے زندگی کے ہر شعبے کے لئے راہنمائی کا بھرپور سامان فراہم کیا ہے۔ جنہیں سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزار نا دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی جامع تعلیمات جہاں زندگی کے دیگر شعبوں کے لئے بہترین لائحہ عمل فراہم کرتی ہیں وہاں ملکی نظام چلانے، حکمرانی اور سیاست کے حوالے سے بھی ابدی ہدایات فراہم کرتی ہیں، جن پر عمل کرنے سے نہ صرف امتِ مسلمہ مسائل کے دلدل سے نکل سکتی ہے، بلکہ ترقی کے اعلیٰ منازل طے کر کے دنیا کے سامنے ایک مثالی حیثیت حاصل کر سکتی ہے۔

جب سے مسلمان سیاسی طور پر زوال پذیر ہو چکے ہیں تب سے مسلمانوں نے معاملات اور ملکی و قومی مسائل جیسے اہم شعبوں میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور بہت سارے لوگوں نے اسلام کو عقائد و عبادات تک محدود کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان بحیثیتِ قوم مزید پستی اور زوال کے شکار ہیں۔

زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح سیاست و حکمرانی کے اہم ترین مسئلے میں بھی ہم اسلامی تعلیمات سے پہلو تہی کئے ہوئے ہیں، جس کے نتیجے میں دنیا ہی میں ذلت و ناکامی ہماری مقدر بن چکی ہے، عالمی سطح پر مسلمانوں کی حیثیت روز بروز کم ہوتی جارہی ہے، یہاں تک کہ ان کے کسی مطالبے کو درخورِ اعتناء بھی نہیں سمجھا جاتا۔ جس کی اصل وجہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور تعلیمات سے روگردانی، ملکی و ملی مسائل میں دینی احکام سے بے اعتنائی اور باہمی اختلاف وافتراق ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں مسلمانوں کی موجودہ ابتر سیاسی صورتحال کے اسباب و محرکات اور اس کے تدارک کا سیرتِ طیبہ کی روشنی میں جائزہ لینا مقصود ہے، تاکہ مسلمانوں کی موجودہ سیاسی ابتری کے تدارک میں ممد ومعاون ہو اور امتِ مسلمہ کی اجتماعی ترقی و کامیابی کے اسباب کی نشاندہی کی جاسکے۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور تعلیمات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی سیاسی برتری اور ترقی کا اصل دار و مدار حکمرانوں اور سیاستدانوں کی کارکردگی اور اعلیٰ اخلاق وصفات سے مزین ہونے پر ہے، جب تک مسلمان حکمران سیرتِ طیبہ کو اپنانے سے پہلو تہی کرتے رہیں گے اس وقت تک وہ نہ دنیا میں ترقی پا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے ملک امن وامان اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب بھی کسی کا انتخاب فرمایا تو اس کی صفات و کارکردگی کو بنیاد بنا کر اس کو مسلمانوں کے امور و معاملات کی قیادت سونپی۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آج اکثر مسلم ممالک کے اربابِ سیاست ان صفات واخلاق سے تہی دامن نظر آتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے ملکی سیاست اور قیادت کے ذمہ داران کے جو فرائض بیان فرمائے ہیں ان سے بھی پہلو

تہی کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ روز بروز روبہ زوال اور تنزل کا شکار ہے۔ ذیل میں مسلمان کی سیاسی ابتری کے چند اہم اسباب کو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں مختصراً پیش کیا جاتا ہے:

1: بزدلی اور مرعوبیت

آج مسلمان حکمرانوں اور سیاستدانوں کا بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کی اکثریت غیروں سے مرعوب ہے، چنانچہ ان کے اکثر فیصلے اور اقدامات آزادانہ نہیں ہوتے بلکہ غیروں کے دباو یا لالچ میں آکر ملکی و قومی مفادات کو پسِ پشت ڈال کر ملکی و قومی فیصلے ہوتے ہیں۔ غیر مسلموں سے مرعوبیت اور ذہنی غلامی کا نتیجہ ہے کہ مسلم ممالک کی اکثر پالیسیاں غیروں کے اشاروں کی تابع ہوتی ہیں۔ نصاب و نظامِ تعلیم جو کسی بھی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے وہ بھی اکثر اسلامی ممالک اپنی مرضی سے طے نہیں کرتے بلکہ دوسروں کے منشاء اور مطالبے کے مطابق نصابِ تعلیم تشکیل پاتا ہے، جس کا خمیازہ قوموں کو سالہا سال تک بھگتنا پڑتا ہے۔

سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں کے لئے بزدلی اور مرعوبیت زہرِ قاتل ہے اور شجاعت و بہادری بنیادی صفت اور لازمی امر ہے۔ بزدل شخص کبھی بھی مسلمانوں کی حکمرانی اور قیادت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے اس کی وضاحت ملتی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے اور بہادری کے جوہر دکھانے کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

لا تتمنوا لقاء العدو فإذا لقيتموهم فاصبروا[1]

ترجمہ: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو، لیکن جب آمنا سامنا ہو جائے تو ثابت قدمی اختیار کرو۔

رسول اکرم ﷺ بذاتِ خود مسلمانوں کے حکمران اور قائد تھے اور آپؐ نے ہر موقع پر شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات اہلِ مدینہ کسی خطرے کی آواز سے گھبرا کر اس آواز کی طرف نکلے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار گلے میں تلوار لٹکائے خطرے کا جائزہ لیکر واپس تشریف لا رہے ہیں، اور فرما رہے ہیں: گھبراو مت، گھبراو مت۔[2]

علامہ ماوردیؒ نے بھی مسلمانوں کی قیادت و حکمرانی کی شرائط کے ضمن میں بہادری کو بطورِ خاص ذکر کیا ہے آپؒ فرماتے ہیں:

الشجاعة والنجدة المؤدية إلى حماية البيضة وجهاد العدو[3].

ترجمہ: حکمرانی کے لئے لازمی امر شجاعت اور بہادری ہے جو ملک کی حفاظت اور دشمن کے خلاف جہاد کا باعث ہے۔

اس شرط کی اہمیت ہر زمانے میں رہی ہے مگر عصرِ حاضر میں اس کے فقدان کے خطرناک اثرات کا مشاہدہ ہم اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اسلامی ممالک کے سربراہان غیروں کی مرعوبیت کی وجہ سے راتوں رات اپنی پالیسیاں تبدیل

کرتے ہیں، جن کے منفی اثرات سے برسہا برس ملک وملت چھٹکارا نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ مسلم امت اور حکمرانوں و قائدین کے دلوں میں دینی حمیت و غیرت اور شجاعت و بہادری پیدا فرمائے۔ اور دشمنانِ ملک و ملت کے شرور سے امتِ مسلمہ کو محفوظ فرمائے۔

2:افتراق وانتشار

عصرِ حاضر میں مسلمان باہمی افتراق وانتشار کے شکار ہیں، ملکی، مسلکی اور طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے، کئی ممالک میں مسلمان آپس میں دست و گریباں ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت وطاقت کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔ حالانکہ مسلمان حکمرانوں اور سیاستدانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کے لئے کردار ادا کریں اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے ہر ممکن کاوشیں کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے امتِ مسلمہ کو جسدِ واحد قرار دیتے ہوئے ان کی خوشی وغمی کو ایک قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

المؤمنون كرجل واحد إن اشتكى رأسه تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر[4]

ترجمہ: سارے مسلمان ایک جسد کی طرح ہیں جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا[5]

ترجمہ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت (کی اینٹ) کی طرح ہے جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہوتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے خود اپنی سیرت اور عمل سے مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کے لئے ہر ممکن اقدامات اٹھائے ہیں۔ اور ہر اس عمل سے مسلمانوں کو دور رہنے کی تلقین فرمائی جو مسلمانوں کے اتفاق میں مُخل ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لولا حداثة عهد قومك بالكفر لنقضت الكعبة، ولجعلتها على أساس إبراهيم، فإن قريشا حين بنت البيت استقصرت، ولجعلت لها خلفا[6]

ترجمہ: اگر آپ کی قوم (قریش) کا کفر چھوڑنے کا عرصہ قریب نہ ہوتا (یعنی وہ اب قریب ہی اسلام لائے ہیں) تو میں خانہ کعبہ کو ڈھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بنالیتا، کیونکہ قریش نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو اخراجات کی کمی کے باعث اس کو پورا نہ بنا سکے، اور میں پچھلی جانب سے اس کا دروازہ بنالیتا۔

بیت اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بناء کے مطابق اپنی اصل حالت پر تعمیر کتنا ہی اہم کام اور بڑی عبادت ہے، مگر رسول اللہ ﷺ نے صرف اس وجہ سے اس عمل کو ترک کیا کہ کہیں نو مسلموں میں افتراق و انتشار پیدا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلم حکمرانوں کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کی وحدت اور باہمی اتفاق و اتحاد کے لئے کاوشیں کریں، رسول اللہ ﷺ نے جس طرح ساری دنیا کے مسلمانوں کو جسدِ واحد قرار دیا ہے اس کے مطابق حقیقی معنوں میں اس امت کو یک جان بنانے کی کوشش کریں، اور اس کے لئے کسی بھی ممکنہ اقدام اور قربانی سے دریغ نہ کریں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے اصل تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں ایک ہی دارالاسلام اور ایک ہی اسلامی ریاست ہو تاکہ مسلمانوں کی جمعیت اور قوت برقرار رہے، لیکن اس وقت دنیا میں پچاس سے زیادہ اسلامی ممالک موجود ہیں، اور موجودہ حالات میں ان سب کو ایک ہی ریاست بنانے میں باہمی جنگ و جدال اور خونریزی کا شدید اندیشہ ہے، اس لئے ہر اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ عالمِ اسلام کے اتحاد کو اولین ترجیحات میں شامل کرے، مسلمان ممالک کے ساتھ بہترین اور خوشگوار برادرانہ تعلقات کو اولیت دے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا حقیقی بھائی بنانے کی کوشش کرے، اس مقصد کے لئے ذاتی اور انفرادی مفادات سے بالاتر ہو کوشش کرے، اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق عالمِ اسلام کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے بھرپور اقدامات کرے۔

3: عوام ورعایا کی خیر خواہی کا فقدان

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے سیاسی مسائل اور المیوں میں سے ایک بنیادی مسئلہ عوام اور رعایا کی خیر خواہی کے فقدان کا ہے۔ اکثر مسلم حکمرانوں کے دلوں میں رعایا کی خیر خواہی کے جذبات ناپید ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی روشنی میں سیاسی قائدین اور حکمرانوں کی ذمہ داریوں میں اس امر کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں اور عوام کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کریں گے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک، نرمی اور اچھائی کا معاملہ کریں گے، ان سے ہر قسم کے مصائب دور کرنے اور ہر ممکنہ آرام وراحت پہنچانے کے لئے اقدامات کریں گے۔

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں حکمرانوں کے ذمے لازم ہے کہ کمزور طبقات، خواتین، معذورین، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے مناسب انتظامات کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور سیرت اس سلسلے میں مسلم قائدین کی بہترین راہنمائی کرتے ہیں، اور انہیں بہترین لائحہ عمل اور طرزِ حکمرانی فراہم کرتے ہیں، اگر آپ ﷺ کی ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ہمارے حکمران غیروں کے طرزِ عمل اور طریقوں سے بے نیاز ہو جائیں گے بلکہ پوری دنیا کے لئے بہترین نمونہ اور آئیڈیل بھی بن جائیں گے۔ آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ بیان کرتے ہوئے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا بعث أميرا على جيش أوصاه في خاصة نفسه بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا[7]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی جماعت کا امیر (سربراہ) بنا کر بھیجتے تو اسے اپنی ذات کے متعلق تقویٰ کی وصیت فرماتے اور دیگر مسلمانوں کے متعلق خیر خواہی اور بھلائی کی وصیت فرماتے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس مبارک عادت میں مسلمان سربراہوں کے لئے بہترین اسوہ اور ہدایت کا سامان ہے کہ انہیں خود تقویٰ اور خوفِ خدا اپنانے کے ساتھ اپنے ماتحتوں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کرنا چاہئے۔ ابو مریم ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان سے کہا کہ میں آپ کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

من ولاه الله عز وجل شيئا من أمر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله عنه دون حاجته وخلته وفقره ». قال فجعل رجلا على حوائج الناس[8].

ترجمہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے امور کا نگران بنا لیا (حکمران اور سربراہ بن گیا) اور اس نے ان کی حاجت پوری کرنے اور فقر و فاقہ دور کرنے سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی حاجت روائی اور فقر دور کرنے سے منہ موڑ لیں گے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی حاجات کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ما من رجل يسترعى رعية يموت حين يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة[9].

ترجمہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا نگہبان مقرر کیا اور اس کو اس حالت میں موت آگئی کہ وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دینے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیں گے۔

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے ظالمانہ ٹیکسوں اور عوام پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے منع فرمایا ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حکمرانوں کے ذمے لازم ہے کہ اپنی رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک اور خیر خواہی کا معاملہ کریں اور انہیں ہر ممکن آرام اور راحت پہنچانے کی کوشش کریں۔

4: احتساب کا فقدان:

انفرادی اور اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے احتساب لازمی اور ضروری امر ہے، احتساب خواہ افراد میں ہو یا اقوام اور جماعتوں میں، ہر دو کے لئے ترقی کا زینہ ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ آج کے دور میں نہ افراد کی توجہ خود احتسابی کی طرف ہے اور نہ ہی حکمران اور

سیاستدان احتساب کے لئے تیار ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرے میں رشوت، کرپشن، دغابازی اور دھوکہ دہی کا بازار گرم ہے، بلکہ جو ادارے ان جرائم کی روک تھام کے لئے وجود میں آتے ہیں وہ خود ان گھناونے جرائم میں مبتلا ہوتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت سے اس معاملے میں بھی واضح راہنمائی ملتی ہے کہ احتساب ملک وملت کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے خود بھی اس اصول پر عمل فرمایا ہے اور مختلف گورنروں اور عاملین کا احتساب فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود بازار میں تشریف لے جاکر وہاں کے احوال دریافت فرمایا کرتے تھے، اور لوگوں کا احتساب فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیا تو ہاتھ کے ساتھ کچھ نمی سی لگ گئی، آپ ﷺ نے غلے کے مالک سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) یہ بارش سے بھیگ گیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس من غش فليس مني [10].

ترجمہ: آپ نے اس کو غلے کے اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس نے ملاوٹ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

آپ ﷺ کے بعد حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں بھی اجتماعی اور انفرادی احتساب کا سلسلہ برقرار تھا جس کی بناء پر معاشرے میں امن وسکون اور محبت وبھائی چارے کی فضاء قائم تھی، جوں جوں یہ سلسلہ کمزور ہوتا گیا معاشرے میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہوتا گیا، اور معاشرے سے امن وامان رخصت ہونے لگے۔

اس لئے آج کے دور میں خود احتسابی کی بھی اشد ضرورت ہے اور حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ یکساں احتساب کے لئے شفاف، منصفانہ اور معیاری نظام بنائے تاکہ جرائم پیشہ عناصر کا خاتمہ ہوسکے اور مثالی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔

5: قانون کی بالادستی وپاسداری کا نہ ہونا

قانون کی بالادستی کے بغیر کوئی بھی معاشرہ پائیدار امن اور سکون کا گہوارہ نہیں بن سکتا، جن معاشروں میں قانون کی پاسداری کی جاتی ہے وہاں جرائم اور فسادات انتہائی کم مقدار میں ہوتے ہیں۔ اسلام کو اس معاملے میں امتیازی مقام حاصل ہے کہ اسلام نے قانون کے سامنے آقا وغلام، حکمران ورعایا، امیر وغریب میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ سب کو مساوی قرار دیتے ہوئے قانون کو سب پر لاگو کیا ہے تاکہ حقیقی انصاف قائم ہوسکے، اور بااثر شخصیات کی بالادستی کا خاتمہ ہوسکے۔

موجودہ زمانے میں اکثر ممالک میں امتیازی قوانین پائے جاتے ہیں یا قانون کا استعمال اور اطلاق امتیازی طور پر کیا جاتا ہے، ایسا بہت کم سننے اور دیکھنے میں ملتا ہے کہ حکمران اور عوام قانون کے سامنے یکساں ہوں اور ان کے ساتھ ایک جیسا برتاو کیا جائے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات وہدایات میں اس بارے میں واضح لائحہ عمل پایا جاتا ہے کہ قانون کی نظر میں

تمام افراد و طبقات مساوی ہیں کسی کو کسی دوسرے پر ادنٰی فوقیت و برتری بھی حاصل نہیں ہے۔ اسلام نے حقیقی انصاف اور قانون کی نظر میں سب کے برابر ہونے کی تعلیم دی ہے، بار خلافت اٹھانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے اولین خطبہ خلافت میں فرمایا تھا کہ:

ایها الناس ان اکیس الکیس التقی وان احمق الحمق الفجور ، وان اقواکم عندی الضعیف حتی آخذ له بحقه، وان اضعفکم عندی القوی حتی آخذ الحق منه[11]۔

ترجمہ: اے لوگو! سب سے بڑی سمجھداری تقویٰ ہے اور بڑی نادانی گناہ کا کام ہے۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں، اور قوی ضعیف ہے یہاں تک کہ اس سے غریب کا حق لے لوں۔

کیا دور حاضر میں ہمیں ایسا قیادت مل سکتا ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ جیسا نصب العین اور روشن فکر کا حامل ہو؟ یقیناً مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قومی قیادت بلا تفریق عوام کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں، امراء کو نوازنے اور غرباء کو مزید غربت کی چکی میں پیسنے کا جو رواج ہمارے ہاں عام ہے اسے یکسر بدل دیں اور ہر ایک ذمہ داری کے احساس کے تحت اپنی خدمت سرانجام دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت سے قانون کی پاسداری کا درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إنما أهلك الذين قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد وأيم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها[12]

ترجمہ: جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں انہیں اس چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر سزا جاری کر دیتے، اللہ تعالیٰ کی قسم اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹوں گا۔

یہ وہ مثالی انصاف اور قانون کا یکساں اطلاق ہے جو معاشرے میں امن و سکون اور حکومت پر لوگوں کے اعتماد کا ضامن ہے، جس ملک میں ایسا انصاف ہو گا وہاں ترقی، خوشحالی اور برکتوں و رحمتوں کا دور دورہ ہو گا۔ حضرات خلفاء راشدین اور بعد کے بہت سے مسلمان حکمرانوں نے اس کی عملی مثالیں پیش کی ہیں، جس میں نہ صرف اسلامی حکومت کے سربراہ کو قاضی کے سامنے پیش ہونا پڑا، بلکہ کئی دفعہ ان کے خلاف فیصلے بھی کئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت امیر المومنین تھے، اس وقت قاضی شریح نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ حضرت علیؓ کی ایک زرہ گم ہو گئی تھی، آپ نے ایک یہودی کے پاس دیکھی جو اسے بیچنا چاہ رہا تھا، جب حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے تو یہودی نے انکار کیا اور کہا کہ یہ میرے قبضے میں ہے اور میری ملکیت ہے۔ چنانچہ معاملہ قاضی شریحؒ کی عدالت میں پہنچا۔ قاضی شریحؒ نے حضرت علیؓ سے گواہ مانگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گواہ قنبر کو پیش کیا اور دوسرے گواہ کے طور پر اپنے بیٹے کو پیش کیا۔ قاضی شریحؒ نے فرمایا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے

حق میں قبول نہیں ہے۔ چنانچہ آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہ فیصلہ سن کر وہ یہودی اسی وقت مسلمان ہوا[13]۔

6: کرپشن وذخیرہ اندوزی

آج کے حکمرانوں کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ حکمرانی یا کسی عہدے کو غنیمت شمار کرتے ہیں اور یہی سوچتے ہیں کہ انہی دنوں میں کئی سالوں کے لیے دولت جمع کرلیں،مال کو ذخیرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے قیادت وحکمرانی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تحفے وتحائف بھی وصول کرتے ہیں اور اسے اپنا حق تصور کرتے ہیں،جو کسی بھی ریاست کے حکمران کے شایان شان نہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین ہو کہ جہاں بھی غربت اور فقر آجائے نابودی بھی حتمی ہے اور غربت معاشرے میں اس وقت آتی ہے جب قیادت وحکمران دولت جمع کرنے میں لگ جائیں اور اپنی قیادت وکرسی کے جانے کا خوف پیدا ہو جائے۔اسلامی ریاست کے قیادت کے لئے یہ حکم ہے کہ نہ صرف خود سرمایہ ذخیرہ کرنے سے اپنے آپ کو بچائے رکھے بلکہ قیادت ریاست کے دیگر تمام حکام اور ذمہ دار افسران وملازمین کے طرز عمل اور کردار کی کڑی نگرانی کرے اور ان کے اثاثوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے، یہ نہ ہو کہ قیادت سے لیکر دربان وچوکیدار تک سب بے لگام رہیں اور جس کا جو جی چاہے کرپشن کرنے لگے،اس کا عملی مثال آج کے دور میں ہمارے سامنے عیاں ہے، جس میں قیادت سے لیکر دربان وچوکیدار سب دونوں ہاتھوں سے لوٹ مار میں ملوث ہیں۔ جس کی بناء پر کوئی" پانامہ "کا شکار ہوتا ہے تو کوئی کرپشن کی بناء پر حکمرانی وکرسی سے ہاتھ دھو بھیٹتا ہے۔ حالانکہ اسلامی ہدایات سراسر موجودہ دور کے روش سے مختلف ہیں۔ فرائض واحتساب میں آپ ﷺ کا سب سے بڑا فرض عمال کا محاسبہ تھا،یعنی جب عمال زکواۃ اور صدقہ وصول کر کے آتے تھے تو آپ ﷺ اس غرض سے اس کا جائزہ لیتے تھے کہ انہوں نے کوئی ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کیا ہے۔ چنانچہ " ایک بار آپ ﷺ نے ابن اللتبیہ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے مامور فرمایا وہ اپنی خدمت انجام دیکر واپس آئے اور آپ ﷺ نے ان کا جائزہ لیا تو انہوں نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیتاً ملا ہے،آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر بیٹھے تم کو یہ ہدیہ کیوں نہیں ملا؟اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک عام خطبہ دیا جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی"۔ [14]

۷:اسلامی تعلیمات سے روگردانی

مسلمانوں کی دنیاو آخرت کی مکمل کامیابی وکامرانی دینی تعلیمات پر ان کی روح کے مطابق عمل کرنے میں ہے، جب تک مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں دینی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہوں اس وقت نہ دنیا میں پوری طرح کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں سرخروئی اور نجات کے مستحق بن سکتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں جہاں عوام دینی تعلیمات سے روگردانی کر کے اپنی خواہشات پر عمل پیرا ہیں ان سے کہیں زیادہ حکمران طبقہ دینی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال چکا ہے، بلکہ اکثر اسلامی ممالک کے سربراہان تو اس کو نہ کوئی کام سمجھتے ہیں اور نہ ہی ریاستی معاملات میں اسلامی احکام کی پاسداری کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے اسلامی ممالک میں ایسے

قوانین رائج ہیں جو اسلامی تعلیمات کے یکسر مخالف ہیں اور مزید اس طرح کی قانون سازی ہوتی رہتی ہے، حالانکہ مسلمان حکمرانوں اور اربابِ اقتدار کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ کوئی قانون بنائیں گے اور نہ ہی لاگو کریں گے، ان کا ہر فیصلہ اور ہر کام شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں ہونا ضروری ہے۔ ریاستی سطح پر دینی تعلیمات سے دوری کے نتیجے میں مسلمان طرح طرح کے مسائل و مصائب سے دوچار ہیں، جن کی پیشن گوئی رسول اکرم ﷺ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا منه، ثم تدعونه فلا يستجيب لكم[15]

ترجمہ: آپ لوگ ضرور نیک کام کا حکم کروگے اور برے کام سے روکو گے ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی طرف سے عذاب نازل فرمالیں گے، پھر تم اس کو پکاروگے تو وہ آپ کی پکار نہیں سنے گا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اصلاً حکومت وریاست کی ذمہ داری ہے، مگر افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ آج اسلامی ممالک کے سربراہان بہت سے معاملات میں ایسے احکامات صادر کرتے ہیں جو خود منکر اور ناجائز ہوتے ہیں، دوسروں کو منکرات سے روکنا تو بہت دور کی بات ہے جس کے نتیجے میں امتِ مسلمہ طرح طرح کے مسائل و مصائب کا شکار ہے، لہٰذا مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالی کی گرفت سے اپنے آپ کو بچانے کیلئے کوئی ایسا حکم اور فیصلہ صادر نہ کریں جس میں حکمِ الٰہی کی نافرمانی اور خلاف ورزی ہو۔ یہ چند مسائل مختصراً ذکر کئے گئے ورنہ مسلمانوں کی سیاسی ابتری کے اسباب اور بھی بہت سے ہیں جن کا تذکرہ باعثِ تطویل ہے۔

نتائجِ بحث:

1۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانوں کو بہترین لائحہ عمل فراہم کرتی ہیں۔

2۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح سیاست اور حکمرانی کے لئے بیش قیمت اور زریں ہدایات عطا فرمائی ہیں، جن پر عمل کرنے سے امتِ مسلمہ دوبارہ ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔

3۔ قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کے غلبہ اور ترقی کے لئے سب سے بنیادی امر دینی تعلیمات کی پیروی اور مسلمانوں کا باہمی اتحاد واتفاق ہے جس کے لئے کوشش کرنا اور کردار ادا کرنا مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔

4۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر کس وناکس کو قومی قیادت کا حق نہیں بلکہ اس کے لئے شریعتِ مطہرہ کی پاسداری، عدل وانصاف، شجاعت وبہادری، قوتِ فیصلہ، علم وفہم جیسی صفات سے مزین ہونا ضروری ہے۔

5۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ حکمرانوں کو اتحاد واتفاق، عوام کی حاجت روائی ودستگیری، قانون کی پاسداری و بالادستی، خود احتسابی اور انفرادی واجتماعی احتساب جیسے سنہرے اصول فراہم کرتی ہے۔

6۔اگر رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کی حکمرانی کا فریضہ انجام دیا جائے تو بلاشبہ ملک وملت بہت جلد ترقی وخوشحالی کے منازل طے کر سکتی ہیں۔

حوالہ جات

[1] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری/ الجامع المسندالمختصر من امور رسول الله ﷺ وسننه وايامه ، دار طوق النجاة، مصر، ط1422، 1ھ، باب كراهية التمني لقاء العدو، رقم7237، ج9، ص84

[2] بحواله بالا، صحيح البخاري، باب الحمائل وتعليق السيف بالعنق، رقم 2908، ج4، ص39

[3] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد (المتوفى: 450هـ)، الاحكام السلطانية، دار الحديث، القاهرة، س ن، ص19

[4] القشيرى النيسابورى، ابوالحسين مسلم ابن الحجاج (المتوفى: 261هـ)، الجامع الصحيح للمسلم/ المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، رقم2586، ج4، ص2000

[5] ايضاً، صحيح مسلم، رقم2585، ج4، ص1999

[6] ايضاً، رقم1333، ج2، ص968

[7] الترمذي السلمي، محمد بن عيسى أبو عيسى ، الجامع للترمذى/ الجامع المختصرمن السنن عن رسول الله ﷺ ومعرفة الصحيح والمعلول وماعليه العمل، دارالغرب الاسلامى، بيروت، 1998ء، باب ما جاء في النهي عن المثلة، رقم الحديث1408، ج3، ص75

[8] السجستاني، أبو داود سليمان بن الأشعث ، سنن أبي داود، المكتبة العصرية، بيروت، س ن، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجبة عنه، رقم الحديث2948، ج3، ص135

[9] البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي ، السنن الكبرى، رائرة المعارف النظامية، الهند، ط1344، 1ھ، باب ما على السلطان من القيام فيما ولى بالقسط والنصح للرعية والرحمة بهم والشفقة عليهم والعفو عنهم ما لم يكن حدا، رقم17082، ج8، ص161

[10] بحواله بالا، صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج القشيرى، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا، رقم الحديث102، ج1، ص99

[11] المتقى، علاوالدين على بن حسام الدين ، كنزالعمال فى سنن الاقوال والافعال ، مؤسسه رسالت، بيروت ،1979ء، باب الاول فى خلافة الخلفاء، ج5، ص633

[12] بحواله بالا، صحيح مسلم، كتاب الحدود، رقم4378، ج3، ص1315

[13] أبو بكر محمد بن خلَف الملقَّب بـ وكيع، أخبار القضاة، المكتبة التجارية الكبرى، مصر، الطبعة الأولى 1366هـ، ج2، ص200

[14] ندوی، سید سلیمان، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن، حصہ دوئم، ص411

[15] البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين (المتوفى: 458هـ)، شعب الإيمان، مكتبة الرشد، الرياض، ط1، 1423هـ، ج10، ص54